احبابِ ربوہ اپنے مکانوں کے کچھ حصے جلسہ کے مہمانوں کیلئے پیش کریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ر نومبر ۱۹۷۳ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

جلسہ سالانہ کے انتظامات شروع ہو چکے ہیں۔ جلسہ پر آنے والے سب دوست یہاں اپنے مرکز میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمان کی حیثیت سے آتے ہیں۔ ان کی رہائش کا انتظام تین طریقوں پر کیا جاتا ہے۔ ایک تو جماعتوں کو اکٹھا ٹھہرانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ مردوں کے لئے قیام گاہوں کا علیحدہ انتظام ہوتا ہے اور عورتوں کے لئے علیحدہ۔ جہاں تک مردانہ انتظام کا تعلق ہے۔ ہائی سکول، جامعہ احمدیہ اور تعلیم الاسلام کالج کے کمروں میں جماعتیں ٹھہرتی ہیں۔ اسی طرح جو نیا کالج بنا ہے اس کے ایک حصہ میں جہاں لیبارٹری نہیں ہے۔ اور پھر خدام الاحمدیہ کے ہال اور غالباً انصار اللہ کے ہال میں بھی جماعتوں کے ٹھہرنے کا انتظام ہوتا ہے۔

زنانہ انتظام، زنانہ کالج، زنانہ سکول اور لجنہ اماء اللہ کے دفاتر اور ہال میں ہوتا ہے۔ غرض ایک تو یہ انتظام ہے جو عام طور پر نظامِ جلسہ کی طرف سے مہمانوں کی رہائش کے لئے کیا جاتا ہے۔ دوسرے وہ انتظام ہے جو اہل ربوہ انتہائی خلوص اور محبت کے ساتھ انفرادی طور پر کرتے ہیں۔ وہ اپنے اپنے گھروں میں اپنے عزیزوں، رشتہ داروں اور دوستوں کو ٹھہراتے ہیں اور یہ بھی ایک بے مثال نظام کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ دوست اس کثرت کے ساتھ مہمانوں کو اپنے گھروں میں ٹھہراتے ہیں کہ اس کی مثال دنیا میں شاید ہی کہیں ملے۔ مجھے بچپن کا نظارہ یاد ہے

کہ کس طرح دارِ مسیح کا وہ حصہ جو حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس تھا۔ نیچے بھی اور اوپر بھی مہمانوں سے بھرا ہوا ہوتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی جماعتی رہائش گاہ ہو۔ ایک وقت تک تو عورتوں کا سارا انتظام نچلے حصہ میں ہوتا تھا۔ بہت بڑے بڑے کمرے تھے جن میں شروع شروع میں تو اندھیرا ہوتا تھا لیکن بعد میں بجلی کی وجہ سے اندھیرا دور ہو گیا تھا۔ تاہم وہ کمرے گرمیوں میں گرم نہیں ہوتے تھے اور سردیوں میں جلسہ کے مہمانوں کی وجہ سے ٹھنڈے نہیں رہتے تھے۔

غرض جلسہ سالانہ کے مہمانوں کے ٹھہرانے کی دوسری صورت یہ ہے کہ ربوہ کے دوست اپنے سارے خاندان کو ایک کمرے میں سمیٹ لیتے ہیں اور مکان کا باقی حصہ حضرت مہدی معہود علیہ السلام کے مہمانوں کو دے دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اہل ربوہ کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔

جلسہ سالانہ کے مہمانوں کا ایک تیسرا گروہ ہے اور اس گروہ سے مراد وہ دوست ہیں جو اپنی بعض مجبوریوں مثلاً چھوٹے چھوٹے بچوں کی وجہ سے جماعتی رہائش گاہوں میں نہیں ٹھہر سکتے۔ ایسے دوستوں کو خواہ کوئی غسلخانہ ہی کیوں نہ علیحدہ مل جائے تب بھی وہ بڑے ممنون ہوتے ہیں کیونکہ ان کے حالات انہیں مجبور کرتے ہیں کہ وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ اکٹھے ٹھہریں۔ میرے خیال میں ایسے خاندانوں کی تعداد سینکڑوں تک جا پہنچتی ہے۔ چنانچہ ایسے خاندانوں کے لئے جلسہ کے نظام نے آگے دو شکلیں اختیار کی ہیں۔ ایک تو نظامِ جلسہ کی طرف سے دوستوں کو خیمے لگا کر دیئے جاتے ہیں۔ اس سردی میں چھوٹے چھوٹے بچوں والے خاندانوں کیلئے خیموں میں ٹھہرنا بڑی ہمت کا کام ہے اور اس پیار کی دلیل ہے جو انہیں غلبۂ اسلام کی اس عظیم مہم کے ساتھ ہے جو حضرت مہدی معہود علیہ السلام کے ذریعہ جاری کی گئی ہے اور جس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے روز بروز ترقی ہو رہی ہے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ نظامِ جلسہ اور خلیفۂ وقت دوستوں سے یہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنے گھروں کا جہاں تک ممکن ہو کوئی حصہ خواہ وہ چھوٹا سا کمرہ ہی کیوں نہ ہو اپنی ضرورت سے بچا کر یا اپنے عزیزوں اور دوستوں کی ضرورت سے بچا کر نظامِ جلسہ کو دے دیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ بڑے بڑے امیر لوگ بھی جن کے ساتھ بچے ہوتے ہیں اس قسم کی رہائش گاہوں کو بڑی خوشی سے قبول کرتے اور ان میں پرالی بچھا کر آرام سے رہ لیتے ہیں اور

مرکزی نظام اور اہل ربوہ کے ممنون ہوتے ہیں لیکن اگر ایسے دوستوں کے لئے ہم یہ انتظام نہ کر سکے تو مجھے اندیشہ ہے کہ ان میں سے بعض دوست جن کی مجبوریاں واقعی اس قسم کی ہوتی ہیں کہ اگر یہاں ان کے لئے ہم علیحدہ انتظام نہ کر سکیں تو شاید انہیں مجبوراً اور دکھی دل کے ساتھ جلسہ چھوڑنا پڑے۔

چند دن ہوئے افسر صاحب جلسہ سالانہ نے جب مجھ سے یہ کہا کہ میں اہل ربوہ سے اپیل کروں کہ وہ اپنے اپنے مکانوں کا کوئی نہ کوئی کمرہ نظام جلسہ کو دیں تو ایک خیال میرے دل میں یہ پیدا ہوا اور جس سے مجھے گھبراہٹ بھی ہوئی اور پریشانی بھی اٹھانی پڑی اور کچھ دکھ بھی اٹھانا پڑا کہ جماعت احمدیہ کے کچھ خاندان ایسے ہیں جن کی اہل ربوہ سے عزیز داری نہیں یا جن کی ربوہ کے مکینوں سے دوستی نہیں، ایسا نہ ہو کہ ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ ربوہ کے مکین اپنے عزیزوں، رشتہ داروں اور دوستوں کو ان پر ترجیح دیتے ہیں اور ان کے لئے کمرے خالی نہیں کرتے حالانکہ وہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمان بن کر جاتے ہیں۔

پس اس قسم کی کیفیت کا پیدا ہونا اور اس قسم کے حالات کا سامنے آنا ہمارے لئے پریشانی کا باعث بھی ہے اور دکھ کا باعث بھی ہے اس لئے میں دوستوں سے اپیل کروں گا اور انہیں بڑے زور سے یہ نصیحت کروں گا کہ اتنے بڑے شہر میں ایسے دوستوں کے لئے بھی رہائش کا کوئی نہ کوئی انتظام ضرور ہونا چاہیئے جن کی ربوہ میں بظاہر کسی سے رشتہ داری نہیں ویسے تو روحانی لحاظ سے ہم سب احمدیت کی رشتہ داری میں منسلک ہیں۔

جہاں تک خیموں کا تعلق ہے یہ انتظام بھی ہونا چاہیئے پہلے پہل تو ہم سب یہاں خیمے لگا کر ٹھہرتے رہے ہیں۔ میں نے خود جلسہ سالانہ کے دنوں میں خیمہ میں وقت گزارا ہے کیونکہ اس وقت تک ربوہ میں ہمارے مکانوں میں کوئی جگہ ہی نہیں تھی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے اور اپنے خاندان کے لئے شروع میں جو کچے مکان بنوائے تھے وہ بھی کافی نہیں تھے۔ اپنے عزیزوں کے لئے بھی کافی نہیں تھے۔ لیکن اب تو وہ کیفیت نہیں رہی۔ اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے ربوہ میں مکان پر مکان بنتا چلا جا رہا ہے اور یہ اس برکت کا نتیجہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کے لئے مقدر ہے اور یہ ان بشارتوں کا ظہور ہے جو ہمیں

دی گئی ہیں۔ چنانچہ چند سال پہلے ہمارے نئے کالج (جونیئر کیمپس کہلانے لگ گیا ہے) کے پاس ایک محلّہ ہے جو دارالعلوم کہلاتا ہے وہاں اِکا دُکا مکان تھا مگر چند دن ہوئے میں ایک شادی کی تقریب پر وہاں گیا تو وہ علاقہ مکانوں سے اتنا بھرا ہوا تھا کہ پہچانا ہی نہیں جاتا تھا۔ غرض اس ایک نئے محلے میں کئی سو مکان بن چکے ہیں اور یہی حال دوسرے محلوں کا ہے۔ اس لئے اہل ربوہ سے میں یہ کہوں گا کہ کیا وہ چار پانچ سو کمرے (خواہ کتنے ہی چھوٹے کیوں نہ ہوں) اپنے ان بھائیوں اور اپنے عزیزوں کے لئے فارغ نہیں کریں گے جو ان کے ساتھ روحانی رشتہ میں منسلک ہیں جن کے ساتھ ظاہری طور پر یا دنیوی لحاظ سے تو دوستی، عزیزداری یا رشتہ داری کا تعلق نہیں ہے لیکن جماعتی طور پر وہ بھی ہمارے بھائی ہیں۔ حضرت مہدی معہود علیہ السلام کے عشق میں وہ بھی سردیوں کے دنوں میں اپنے بچوں کو اٹھائے چلے آتے ہیں۔ اہل ربوہ کو ان کا بھی اسی طرح خیال رکھنا چاہیئے جس طرح وہ اپنے عزیزوں اور دوستوں کا خیال رکھتے ہیں۔ گو اس میں کوئی شک نہیں کہ ربوہ کے دوستوں کے عزیز اور رشتہ دار بھی حضرت مہدی معہود علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آتے ہیں ان کی بھی کوئی دنیوی غرض نہیں ہوتی۔ اہل ربوہ ان کے لئے اپنے مکانوں کے جو حصے خالی کرتے ہیں اس نیت اور اخلاص سے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ثواب دے گا۔ تاہم اہل ربوہ جہاں اتنی قربانی کرتے ہیں وہاں ان کو یہ بھی چاہیئے کہ وہ اس چھوٹے سے گروہ کو نظر انداز نہ کریں۔ ان کے لئے بھی اپنے دلوں میں ایک تڑپ پیدا کریں اور ان کے ٹھہرنے کے لئے اپنے اپنے مکانوں کا کوئی نہ کوئی حصہ خالی کر کے نظام جلسہ کو بروقت اطلاع کر دیں۔

جلسہ سالانہ کے انتظامات کے سلسلہ میں جو دوسری بات میں اس وقت کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ گزشتہ برس میں نے کہا تھا کہ اہل ربوہ مسکراتے چہروں کے ساتھ حضرت مہدی معہود علیہ السلام کے مہمانوں کا استقبال کریں۔ مجھے خوشی تھی کہ اہل ربوہ نے مسکراتے چہروں کے ساتھ مہمانوں کا استقبال کیا۔ ہمارے دل بھی اللہ تعالیٰ کی حمد اور خوشی سے معمور ہوئے اور آنے والوں نے اسے خاص طور پر محسوس کیا تھا۔ اس لئے میں پھر یاددہانی کرا دیتا ہوں۔ ہمارے چہروں پر ہر وقت مسکراہٹیں کھیلتی رہنی چاہئیں میں نے کئی بار احباب کو بتایا ہے کہ ہمارے چہروں

پر مسکراہٹوں کی کوئی دنیوی وجہ نہیں ہے اور نہ دنیا ہماری مسکراہٹوں کو چھین سکتی ہے کیونکہ ہماری مسکراہٹوں اور ہماری بشاشت کا منبع اللہ تعالیٰ کی وہ بشارتیں ہیں جو جماعت احمدیہ کی ترقی اور اسلام کے غلبہ کے متعلق حضرت مہدی معہود علیہ السلام کو دی گئی ہیں۔ ہماری مسکراہٹوں کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کا وہ پیار ہے جس کا آئے دن ہم میں سے ہر شخص جو روحانیت رکھتا ہے اور اخلاص رکھتا ہے وہ اسے بجا طور پر مشاہدہ کرتا ہے۔ پس جس بشاشت اور جس مسرت اور جس مسکراہٹ کا سرچشمہ خدائے واحد و یگانہ کی ذات ہو، دنیا کا کوئی منصوبہ یا دنیا کا کوئی حربہ یا دنیا کی کوئی دشمنی اسے چھین نہیں سکتی اس لئے ہمارے چہروں کی یہ کیفیت تو انشاء اللہ قائم رہے گی۔ ہم پہلے بھی مسکراتے تھے لیکن خاص موقعوں پر ہم نے زیادہ بشاشت اور زیادہ مسرت کا اظہار کیا۔ جلسہ سالانہ بھی ہماری تاریخ کا ایک اہم موقع ہوتا ہے۔ ہر سال جلسہ سالانہ میں مہمانوں کی تعداد کا بڑھنا بتاتا ہے کہ جماعت احمدیہ کو غلبہ اسلام کے جس عظیم مقصد کے لئے کھڑا کیا گیا تھا۔ وہ اس مقصد کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حاصل کرتی چلی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں پہلے سے زیادہ اس پر نازل ہورہی ہیں۔

احباب جانتے ہیں اس سال میں نے یہ تحریک کی تھی کہ بیرون پاکستان کی احمدی جماعتوں کے دوست علاوہ انفرادی حیثیت کے نمائندہ حیثیت میں بھی وفود کی شکل میں جلسہ سالانہ میں شامل ہوں۔ چنانچہ بیرون پاکستان بسنے والے مخلصین احمدیت کا ردعمل بڑا اچھا ہے۔ بیرونِ پاکستان سے خطوط آرہے ہیں کہ دوست تیار ہورہے ہیں وہ جلسہ سالانہ پر آئیں گے۔ اب ہمارے نومسلم احمدی دوست جو سوئٹزرلینڈ یا ڈنمارک کے رہنے والے ہیں یا دوسرے یورپین ممالک کے رہنے والے ہیں یا افریقہ کے رہنے والے ہیں وہ جب پہلی بار یہاں آئیں گے تو وہ ان مسکراہٹوں اور بشاشتوں کو پہلی بار دیکھ رہے ہوں گے۔ اس لئے احباب جماعت کا یہ فرض ہے وہ ان کی خوشیوں میں اضافہ کریں۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ آپ کے چہرے پر ہر وقت مسکراہٹ کھیلتی رہے۔

علاوہ ازیں میں چوہدری بشیر احمد صاحب (کنوینر مجلس صحت) کے نظام کو بھی یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ باہر سے آنے والوں کے استقبال اور اظہار مسرت کے طور پر اھلاً و سھلاً و مرحباً

وغیرہ کے آٹھ نہایت ہی خوبصورت دروازے بنوائیں۔ آٹھ کیوں یہ میں جلسہ سالانہ پر بتاؤں گا۔ اس کے علاوہ بھی اس موقع پر ربوہ کو صاف اور ستھرا کر کے اس میں جھنڈیاں لگا کر اسے دلہن کی طرح سجا دیں کیونکہ یہ ایک بہت بڑا انظام ہے۔ یہ ایک بہت بڑی اور عجیب انسٹی ٹیوشن ہے جو اللہ تعالیٰ کے بڑے فضلوں کا مظہر ہے۔ یہ ایسا بابرکت جلسہ ہے جس میں دور ونزدیک سے احباب شامل ہو کر الٰہی برکتوں سے متمتع ہوتے ہیں۔ وہ والہانہ رنگ میں اور عشق الٰہی میں سرشار ہو کر اس جلسہ میں شامل ہوتے ہیں تا کہ خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اور بھی زیادہ پائیں۔ وہ یہاں پروانہ وار اکٹھے ہوتے ہیں تا وہ اسلام کے حق میں بپا ہونے والے انقلاب عظیم اور اس کے اثرات کا مشاہدہ کریں۔ اپنے بھائیوں سے ملیں اور باہمی طور پر محبت و پیار کو بڑھائیں۔

پس بڑی برکتوں کے ساتھ یہ جلسہ آتا ہے اور ہمارے لئے الٰہی برکتوں اور رحمتوں کا موجب بنتا ہے۔ تمام احمدی اس کی برکتوں سے متمتع ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ وہ جگہ ہے جہاں کے چپّہ چپّہ پر مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے طفیل اللہ تعالیٰ کی برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ سارا ربوہ ہی ایک لحاظ سے جلسہ سالانہ بنا ہوتا ہے کسی حصے میں مہمانوں کی رہائش کا انتظام ہو رہا ہوتا ہے کہیں تقاریر اور کہیں نمازوں اور تہجد کا انتظام کیا جا رہا ہوتا ہے۔ غرض عبادت الٰہی کے نقطہ نگاہ سے ربوہ کا چپّہ چپّہ ایسا ہے جہاں ہمارے سر خدا کے حضور جھکے ہوتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا (بخاری۔ کتاب التیمم) اس حدیث کی رو سے میں سمجھتا ہوں کہ ربوہ کی ساری زمین جلسہ کے دنوں میں عملاً مسجد بن جاتی ہے۔ پس میری دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اہل ربوہ کو جلسہ سالانہ کی اہمیت کو سمجھنے اور اس کی برکتوں سے زیادہ سے زیادہ متمتع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

میں نے انصاراللہ کے اجتماع میں اپنی آخری تقریر میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادی خصوصیات کے متعلق کچھ کہا تھا لیکن چونکہ اس وقت میرے ذہن میں دو مضمون تھے اور یہ مضمون دوسرے نمبر پر آیا تھا اسے میں قلتِ وقت کی وجہ سے تفصیل سے بیان نہیں کر سکا تھا۔ میں نے ایک بات اصولاً یہ بیان کی تھی کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فطری

صلاحیتوں اور استعدادوں کے لحاظ سے ایک کامل وجود تھے یعنی انتہائی کمال جو کسی فطری صلاحیت میں متصور ہوسکتا ہے وہ آپ کی فطرت میں بدرجہ اتم پایا جاتا تھا اور وہ وسعت جو فطری صلاحیتوں اور استعدادوں میں سوچی جاسکتی ہے وہ وسعت آپ کی فطری صلاحیتوں اور استعدادوں میں بدرجہ اکمل موجود تھی اور انسان کی فطری صلاحیتوں میں جس قدر رفعت اور بلندی اور علو شان کا امکان ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فطری صلاحیتوں میں بدرجہ اولیٰ موجود تھی۔ غرض آپ فطری صلاحیتوں کا ایک ایسا کامل اور اعلیٰ نمونہ تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ کوئی انسان نہ آپ کا ہم شکل ہے اور نہ ہم صفت ہے کیونکہ آپ انسان کامل ہیں اگر انسان اس حقیقت کو سمجھ لے تو بہت سے غیر مسلموں نے بغیر سوچے سمجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر جو اعتراض کئے ہیں ہمیں ان کا جواب مل جاتا ہے۔ چنانچہ بعض دفعہ یہ اعتراض کیا جاتا رہا ہے کہ کیا خدا تعالیٰ دوسروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام تک پہنچنے سے روک کر ایک ظالم ہستی تو نہیں بن جاتا؟ نہیں! ہرگز نہیں۔ اس لئے کہ دوسروں کو خدا تعالیٰ اس معنی میں جس میں اعتراض کیا جاتا ہے روکتا نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ نے اگر اپنی کسی مصلحت کی بناء پر ایک وجود کو اکمل اور ارفع صلاحیتیں عطا کر دیں تو کسی دوسرے کو اعتراض کا حق اس لئے نہیں پہنچتا کہ خدا تعالیٰ پر کسی فرد بشر کا کوئی حق ہی نہیں ہے۔ وہ تو خالق اور مالک ہے اور خالق اور مالک پر کسی مخلوق کا حق واجب ہی نہیں ہوتا۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک پہلو یہ ہے کہ آپ کا وجود اپنی فطری صلاحیتوں اور استعدادوں میں بے نظیر تھا ایک دوسرا پہلو ہے جو اُنہی سے تعلق رکھتا ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اسوہ حسنہ ہمیں نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جتنی بھی اور جس قدر بلند شان اور عظمت والی استعدادیں اور صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں، آپ نے ساری عمر انتہائی کوشش اور عظیم مجاہدہ سے ان صلاحیتوں کی کامل نشوونما بھی کی اور پھر انسانی فطرت میں چونکہ یہ بات بھی ودیعت کی گئی ہے کہ اس کا قدم آگے سے آگے بڑھتا ہے اس لئے آپ اپنی صلاحیتوں کو اس کمال تک لے گئے جہاں تک کسی دوسرے انسان کی پہنچ ہی نہیں ہے اس لئے اس نقطۂ نگاہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ہمارے لئے اسوہ نہیں بنایا

گیا مثلاً ہماری خلق ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کمال حاصل تھا اور آپ کی فطرت میں جس قدر ہمدردی خلق ہمیں نظر آتی ہے اسی قدر اور اسی وسعت کے ساتھ اور اسی عظمت کے ساتھ ہمدردی خلق کا جذبہ کسی دوسرے انسان میں نہیں پایا جاسکتا۔ اگر کوئی شخص کوشش بھی کرے تب بھی وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ گو ہمت اور استعداد اور صلاحیت کا دینا اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے انسان کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ جتنا لینا چاہے لے لے لیکن حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ہمارے لئے بنیادی طور پر اسوۂ حسنہ ہیں۔ اس لئے آپ نے جس طرح اپنی فطری صلاحیتوں اور استعدادوں کو کمال تک پہنچادیا (اور اس بات میں آپ ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہیں) اسی طرح ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم اس اسوہ کو دیکھ کر اپنے اپنے دائرہ استعداد میں اپنی صلاحیتوں کو نشو ونما کے کمال تک پہنچائیں۔

جیسا کہ میں پہلے کئی بار بتا چکا ہوں اللہ تعالیٰ نے انسان کو جسمانی، ذہنی، اخلاقی اور روحانی قوتیں عطا فرمائی ہیں یعنی انسانی فطرت میں یہ چار قسم کی بنیادی صلاحیتیں اور استعدادیں ودیعت کی گئی ہیں۔ میرے اس مضمون کا جو حصہ رہ گیا تھا وہ اس بات سے تعلق رکھتا ہے کہ بنیادی طور پر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے اسوہ بن گئے مگر جہاں تک صلاحیتوں اور استعدادوں کا تعلق ہے اس معنی میں کہ جس طرح آپ نے اپنی فطری صلاحیتوں اور استعدادوں کی نشو ونما کو کمال تک پہنچایا تھا اسی طرح ہمیں بھی چاہیئے کہ آپ کے نمونہ کے مطابق اور آپ کی زندگی اور عمل کی پیروی کرتے ہوئے اپنے اپنے دائرۂ استعداد میں اپنی صلاحیتوں کی نشو ونما کو کمال تک پہنچا دیں۔

علاوہ ازیں میرے ذہن میں اس وقت جو مضمون تھا۔ اس میں آٹھ بنیادی روحانی صلاحیتوں کے بارہ میں کچھ کہنا تھا۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ جسمانی طاقت کی نشو ونما ہو تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس قسم کی طاقت مراد ہے اور اس کا ذکر ہم اکثر کرتے ہیں اور ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس قسم کی طاقت مراد ہے جس قسم کی طاقت ایک پہلوان کی ہوتی ہے یا ایک باڈی گارڈ کی طاقت ہوتی ہے جسے دیکھ کر راستے میں چلتے ہوئے لوگ ڈرتے ہیں یا ذہنی طور پر اس شخص کے متعلق کہہ سکتے ہیں جو بچوں کو بندر کا تماشا دکھا رہا ہوتا ہے اس میں بندر کو سدھانے کی طاقت

ہوتی ہے۔ ہم اس قسم کی بے شمار چیزوں کا ذکر کرتے ہیں لیکن روحانی صلاحیتوں کا ذکر تو کرتے ہیں لیکن کوئی تفصیل عام طور پر نہیں بتاتے اس لئے عام ذہن اس کا تصور نہیں کرسکتا کہ آخر کونسی بنیادی روحانی صلاحیتیں مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو دی ہیں۔ یوں تو بہت سی ہیں لیکن میں نے ان میں سے آٹھ کا انتخاب کیا تھا۔

چنانچہ میرے نزدیک پہلی روحانی قوت جو انسان کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے وہ اپنے اپنے دائرہ استعداد میں اپنے پیدا کرنے والے رب سے انتہائی پیار کرنے کی طاقت ہے یہ گویا ایک روحانی قوت ہے اور انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے رب سے پیار کرے ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر چلتے ہوئے یہ کوشش کرے کہ اپنے دائرہ استعداد میں اس روحانی صلاحیت کی نشوونما کو کمال تک پہنچائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اشعار میں ایک جگہ فرمایا ہے ؎

تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

پس اللہ تعالیٰ کے لئے انسانی فطرت میں اور اس کی روحانی صلاحیت میں محبت کرنے کی جو طاقت ہے، وہ ایک زبردست بنیادی روحانی طاقت ہے۔ اس لئے انسانی فطرت سے جہاں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنی تمام قوتوں اور صلاحیتوں کی نشوونما کرے وہاں اللہ تعالیٰ نے یہ مطالبہ بھی کیا ہے کہ چونکہ اس نے انسان کو اپنے ساتھ محبت اور پیار کرنے کے لئے پیدا کیا ہے اور اسے ایسی قوت اور طاقت دی ہے اس لئے اس کا فرض ہے کہ وہ اس قوت کی نشوونما کو کمال تک پہنچائے اور جس حد تک ہوسکے اللہ تعالیٰ سے محبت کرے۔ (جس حد تک سے میری مراد اپنے اپنے دائرہ استعداد کے مطابق انتہائی محبت کرنا ہے) چنانچہ قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان کے دل میں اس محبت کا پیدا ہونا اور انسان کا اس قوت اور استعداد کا حامل ہونا بتاتا ہے کہ انسان کے دل میں اصل محبت وہی ہے جو اسے اپنے پیدا کرنے والے رب کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک اور معنی میں ایک دوسرے سے محبت کرنے کی بھی اجازت دی فرمایا اپنے رشتے داروں سے پیار کرو۔ اپنے بیوی

بچوں سے پیار کرو۔ بیویاں اپنے خاوندوں سے پیار کریں اور یہ دراصل خدا تعالیٰ کی اپنی محبت کے سائے ہیں جن کے نیچے وہ بنی نوع انسان کو رکھنا چاہتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تیز چمکتی ہوئی روشنی نہیں۔ بلکہ ایک سایہ اور ظل ہے اس بنیادی اور روشن ترین محبت کا جو انسان کو اپنے پیدا کرنے والے رب کے ساتھ ہوتی ہے۔ دنیا میں انسان ایک دوسرے سے (رشتہ داروں، عزیزوں اور دوستوں سے) باذن اللہ جو محبت کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی اصل روشنی کی نشاندہی کے مترادف ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت کے مقابلہ میں کسی اور کی محبت نہیں ٹھہر سکتی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی معہود علیہ السلام کی زبان سے یہ کہلوایا کہ انسان کے دل میں خدا سے محبت سے مراد یہ ہے کہ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی اس قدر عظمت بیٹھ جائے کہ دنیا کی ساری عظمتیں اس کے سامنے ہیچ ہو جائیں۔

اور خدا کی عظمت سے بڑھ کر اور کس کی عظمت ہوسکتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کا پیار پیدا کرنے کے لئے گو انسانی فطرت میں قوت تو موجود ہے لیکن جس طرح آنکھ میں قوت ہے دیکھنے کی تو اس کے لئے سورج کی ضرورت ہے۔ اگر سورج کی روشنی نہ ہو تو آنکھ باوجود بصارت کے دیکھ نہیں سکتی، اسی طرح انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ سے پیار کرنے کی قوت اور استعداد تو ہے لیکن اس کے جلوہ گر ہونے کے لئے کچھ سامان ہونے چاہئیں چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار اپنے حسن و احسان کو انسان کے سامنے پیش کیا ہے اور اس طرح گویا اس کے دل میں اپنے لئے محبت اور پیار پیدا کرنے کے سامان پیدا کئے ہیں۔ کیونکہ حسن و احسان کی یہی دو صفات ہیں جن کے نتیجہ میں انسان کے دل میں محبت اور پیار پیدا ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ حسن کے لحاظ سے بھی ہر حسن کا سر چشمہ ہے اور احسان کے لحاظ سے بھی۔ دراصل اس کا احسان اس دنیا میں کارفرما ہے باقی تو سارے اس کے ظل ہیں حقیقی احسان اسی کا ہے انسان انسان نے کسی پر کیا احسان کرنا ہے یا کسی جانور نے انسان پر کیا احسان کرنا ہے۔ مثلاً گدھا ہے اس نے انسان پر کیا احسان کرنا ہے وہ تو صرف انسان کا سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھا کر (اللہ تعالیٰ کے حکم سے کہ انسان کی خدمت کر) لے جاتا ہے۔ یہ کوئی احسان تو نہیں۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ دیکھو جی گدھا انسان کا بڑا محسن ہے۔

جس عظیم ہستی نے گدھے کو پیدا کیا اس نے اس کی فطرت میں یہ بات رکھ دی کہ وہ انسان کی خدمت کرے اصل احسان خدا کا ہے جس نے کائنات کی ہر چیز کو ہماری خدمت پر لگا دیا ہے۔ یہ وہ احسان ہے جسے خدا نے قرآن کریم میں بار بار یاد دلایا ہے اور وضاحت سے بیان کیا ہے تا کہ انسان کو اپنے محسن حقیقی سے محبت اور پیار پیدا ہو۔

غرض اللہ تعالیٰ نے انسان کو روحانی طور پر جو پہلی قوت عطا فرمائی ہے وہ اپنے خالق و مالک سے خالص محبت کرنے کی قوت ہے اور یہ ایک بنیادی روحانی قوت ہے جس کی نشو ونما ہر احمدی کو اپنے اپنے دائرۂ استعداد میں کمال تک پہنچانی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ بقیہ سات بنیادی روحانی قوتوں کا انشاء اللہ آئندہ خطبوں میں ذکر کروں گا۔ وباللّٰہ التوفیق۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۲؍دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲ تا ۵)

❁❁❁